غلام محمد گرامی

حیات بعد الممات

حکمتِ ولی اللّٰہی کی روشنی میں

(۳)

حیات بعد الممات کے سلسلے میں عذابِ قبر، برزخ، حشر و نشر، میزان، پل صراط، دوزخ اور بہشت کے متعلق علمِ کلام، روایات اور تفسیروں میں بہت کچھ رطب و یابس اور عجمی روایات کو جمع کیا گیا ہے۔

علمائے سلف میں سے علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب "کشف الغمہ" مشہور اور معروف کتاب ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی بیہقیِ وقت نے کیا ہے اور اس کا ترجمہ بنام "تذکرۃ الموتیٰ والقبور"۔ نیز اس سلسلے میں بہشت نامہ، دوزخ نامہ، قیامت نامہ جیسی بہت ساری کتابیں موجود ہیں۔ ان کتابوں کے مندرجات کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ علمِ کلام اور ... کے ترغیب و ترہیب کے لیے نقد و تنقید کے بغیر روایات کو جمع کیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کتابوں میں جو کچھ بھی جمع کیا گیا ہے وہ موضوع روایات، خبرِ آحاد اور زیادہ تر ضعیف روایات پر مشتمل ہے۔ ان ہی روایات پر وعظ کی کتابیں بھی تصنیف کی گئی ہیں۔ ... الواعظین اور مکاشفۃ القلوب جیسی زہرہ گداز کتابیں تبلیغ

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی

حیات بعد الممات

حکمت ولی اللّٰہی کی روشنی میں

(۳)

حیات بعد الممات کے سلسلے میں عذاب قبر، برزخ، حشر و نشر، میزان، پل صراط، دوزخ اور بہشت کے متعلق قرآن، روایات اور تفسیروں میں بہت کچھ رطب و یابس اور عجیب روایات کو جمع کیا گیا ہے۔

علمائے سلف میں سے علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب "شرح الصدور" مشہور اور معروف کتاب ہے، جس کا اردو ترجمہ [illegible] نے کیا ہے اور اس کا ترجمہ کا نام ہے "تذکرۃ الموتیٰ والقبور"۔ نیز اس سلسلے میں بہشت نامہ، دوزخ نامہ، قیامت نامہ جیسی بہت ساری کتابیں موجود ہیں۔ ان کتابوں کے مندرجات کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ظالم اور بدکاروں کے ترغیب و ترہیب کے لیے نقد و تنقید کے بغیر روایات کو جمع کیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کتابوں میں جو کچھ بھی جمع کیا گیا ہے وہ موضوع روایات، خبر آحاد اور زیادہ تر ضعیف روایات پر مشتمل ہے۔ ان ہی روایات پر [illegible] کتابیں بھی تصنیف کی گئی ہیں۔ آتش اور قطرین اور مرثیۃ القرب جیسی زہرہ گداز کتابیں [illegible]

ترغیب کے سلسلے میں تالیف کی گئی ہیں، جن کے مطالعے سے عامۃ المسلین لرز جاتے ہیں۔ اور مبلغین اسلام کا یہی مقصد ہوتا ہے۔ نیز بہشت کے انعامات اور لذائذ کے ذکر سے عامۃ المسلمین میں ترغیب اور رغبت کا بے پناہ جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہ بھی ایک مستحسن کام ہے۔ تاہم اس موضوع کا ایک علمی تحقیقی اور فکر انگیز پہلو بھی ہے، وہ ہمیشہ نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اسلام ایک اخلاقی اور انقلابی نصب العین ہے، جس کے عملی حصول کے لیے ضعیف روایات کا سہارا لینا ایک فضول قدم ہے۔ ترغیب اور تنبیہ پر حکمت ولی اللہی اور حقیقت کو ترجیح دینی چاہیے۔

شاہ ولی اللہ پہلے محقق بزرگ ہیں، جن کی تصنیفات میں تحقیقی رنگ موجود ہے۔ شاہ صاحب ان مسائل کی نقاب کشائی تنبیہ اور ترغیب کے لیے نہیں کرتے ان کے پیش نظر عقائد اور معلومات دینیہ کی اصلاح اور تنقید مقصود ہے۔ اور یہی مقصد ناچیز کی تحریر کا بھی ہے۔

سب سے پہلے یہ حقیقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ "حیات بعد الممات" کے متعلق جو ضعیف روایات کی صورت میں حدیثی ادب موجود ہے وہ قرون وسطیٰ کے دل و دماغ رکھنے والے سادہ لوح عقیدت مند مسلمانوں کے لیے نہایت، دلکش اور دلپذیر رہی ہے۔ ان روایات موضوعہ کے مقابلے میں قرآن محض استعارہ، امثال، تشبیہ اور کنایہ سے بعض معاملات کی نقاب کشائی کرتا ہے۔ قرآن کا طریق کار محض ایمائی اور اشاراتی ہوتا ہے کیونکہ حیات بعد الممات کے حقیقی حالات اس ماحول میں نہ معلوم کیے جا سکتے ہیں اور نہ محسوس ہوتے ہیں۔ موت کے بعد کے معاملات کا ادراک اس عالم آب و گل میں رہتے ہوئے ہو ہی نہیں سکتا۔

میں پہلے بھی گزارش کر چکا ہوں کہ امثال اور تشبیہات کے ذریعہ جو دلکش منظر پیش کیا جاتا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ عوام کالانعام اور صاحبان عقل و بصیرت دونوں گروہ حسب استعداد اثر پذیر ہو سکیں، ان قرآنی تمثیلات کا ہماری مادی زندگی سے ماخوذ ہونا ان کے قابل فہم و ادراک ہونے کے لیے لازم ہے۔ لہٰذا حیات مابعد کا نقشہ اور مرقع بھی

اسی انداز سے کھینچا گیا ہے کہ جنت ایسی خوشنما آرامگاہ ہوگی، جہاں سدا بہار باغ ہوں گے، ان کے نیچے سے دریا بہتے ہیں، دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں، جہاں خوشگوار صحبتیں ملتی ہیں، جہاں کوئی آزار نہیں ہوگا۔

بہشت آں جا کہ آزارے نہ باشد

مگر فوراً اس امکان کو رفع کیا جاتا ہے کہ جنت کے باغ بالکل دُنیائے آب و گل کے باغوں جیسے نہیں ہیں بلکہ وہ اس دُنیا کے باغات سے بالکل مختلف ہیں۔

اسی طرح سے وہ امثال بھی ہیں جو جہنم کے عذاب سے متعلق ہیں۔ اور یہ سب کے سب جسمانی اذیت اور عذاب کی واردات سے ماخوذ ہیں۔ اور ان کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ گناہگاروں اور بدکاروں کو تنبیہ کی جاسکے۔

قرآن ان معاملات کے متعلق سوال کرتا ہے اور پھر خود ہی جواب دیتا ہے۔

"وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۔ نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ ۔ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۔"

یعنی تم کو کیا خبر کہ حطمہ کیا چیز ہے ؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے، جو دلوں تک جا پہنچے گی " (سورۃ الہمزۃ۔ آیت ۵ تا ۷)

اس مختصر آیت میں جہنم کی مثال اس قلب سے دی گئی ہے جو روحانی کرب و اضطراب میں مبتلا ہو۔ "اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کا دلوں تک پہنچنا" سے ظاہر ہے کہ باطنی اور روحانی عذاب کی طرف اشارہ ہے۔ لہذا علماء اور متکلمین نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی وضاحت کی ہے کہ حیات بعد الممات کے دور میں لذت اور عذاب، روح کی دو مختلف الحال کیفیات برتتی ہیں اور یہ دو حالات ایک ایسے ماحول میں تشکیل پائیں گے جو ہماری آب و گل کی زندگی کے ملوں اور فضا سے مختلف ہوگا۔

قرآن نے اشارات اور امثال کے ذریعے جنت کی تعریف کی ہے اور ان الفاظ کا مجرد لغوی پس منظر سراسر مادی ہے۔ مگر اصل میں ان کی حقیقت روحانی ہے۔ جنت کے متعلق بتایا گیا ہے کہ

بیادگار الحاج سید عبدالرحیم شاہ سجاولی

شاہ ولی اللہؒ اکیڈمی کا علمی مجلہ

الولی

شعبۂ نشر و اشاعت شاہ ولی اللہؒ اکیڈمی، صدر، حیدرآباد

"نیک کردار لوگوں کے لیے باغ ہوں گے، دودھ اور شہد کی نہریں ہوں گی، پاکیزہ حور تمثال بیویاں ہوں گی، خوش ذائقہ میوے ہوں گے۔ پاکباز خدمت گزار ہوں گے۔ اور جنت کے یہ انعامات پائدار ہوں گے۔"

ان امثال و تشبیہات کے متعلق صراحۃً بتایا گیا ہے کہ

"لا یشبہ شئ مما فی الجنۃ ما فی الدنیا الا الاسماء یعنی بہشت کی چیزوں میں سے کوئی چیز دنیا کی چیزوں سے اگر کچھ مشابہت رکھتی ہے تو وہ برائے نام مشابہ ہوگی۔"

دوسری روایت میں ہے :-

"لیس فی الدنیا مما فی الجنۃ الا الاسماء یعنی بہشت کی چیزوں میں سے دنیا میں کچھ نہیں ہے۔ اگر کچھ ہے تو نام ہی نام ہے۔"

ایک اور روایت ہے :

"لیس فی الدنیا من الجنۃ شئ الا الاسماء یعنی نام کے سوا دنیا میں بہشت کی اور کوئی چیز نہیں ہے۔"

ان صاف اور صریح مطالب کی تاویل کرتے ہوئے مفسرین نے جو کچھ تشریحی حاشیے لکھے ہیں، وہ حد سے زیادہ عبرت انگیز ہیں، حالانکہ ان کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

غزالی کی تصریحات

امام غزالیؒ نے ان مجازی معاملات کے متعلق فرمایا ہے :

سر قولہ تعالیٰ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ۔ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ۔ ای ان الجحیم فی باطنکم فاطلبوھا قبل ان تدرکوھا بعین الیقین۔" (جواہر القرآن)

یعنی "اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ "ہرگز نہیں، اگر تم کو علم الیقین ہوتا تو دوزخ کو تم دیکھ لیے ہوتے" راز یہ ہے کہ "دوزخ خود تمہارے

دل میں موجود ہے، لہٰذا اس کو یقین کے ذریعے سے دیکھ لو، قبل
اس کے کہ یقین کی آنکھ سے اس کو دیکھو گے۔"

صاف ظاہر ہے کہ غزالی مجاز کے قائل ہیں اور مادی عذاب کے لیے صفائی کے ساتھ لکھتے ہیں کہ "دوزخ خود تمھارے دل میں موجود ہے۔"

ابن تیمیہ کی تصریح

غزالیؒ محتاط اور اعتدال پسند بزرگ ہیں۔ اور مقابلۃً ابن تیمیہ سخت گیر اور متشدد ہیں۔ اور عقائد کے معاملات میں تاویل کے بھی قائل نہیں ہیں، نیز اپنی ظواہر پرستی میں بھی نیک نام ہیں۔ تاہم جنت اور دوزخ کے حالات اور معاملات کے بارے میں وہ بھی مجاز کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں:

"ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ اخبرنا بما وعدنا بہ فی الدار الآخرۃ من النعیم والعذاب واخبرنا بما یوکل ویشرب وینکح ویفرش وغیر ذلک فلولا معرفتنا بما یشبہ ذلک فی الدنیا لم نفھم ما وعدنا بہ ونحن نعلم مع ذلک ان تلک الحقائق لیست مثل ھذہ حتیٰ قال ابن عباس: "لیس فی الدنیا مما فی الجنۃ الا الاسماء"۔"

یعنی "اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جس راحت و عذاب کا ہم سے وعدہ کیا ہے اس کی خبر اور نیز ان چیزوں کی خبر دی جو کھائی، پی، صحبت کی اور بچھائی جاتی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا جن چیزوں کا وعدہ ہوا ہے اگر دنیا میں بھی انھیں سے ملتی جلتی ہوئی چیزوں کا ہم کو علم نہ ہوتا تو ہم ان وعدوں کو سمجھ سکتے ہی نہ تھے۔ بہ ایں ہمہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ واقعات (جو بہشت اور دوزخ کے متعلق قرآن کریم میں مذکور ہیں) ایسے ہی نہیں ہیں (جیسے دنیا میں نظر آتے ہیں) حتیٰ کہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ بہشت میں جو چیزیں ہیں، ان میں سے دنیا میں کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ اگر ہے تو صرف نام ہی نام ہے۔"

غزالی اور ابن تیمیہ کی تصریحات سے یہی واضح ہوتا ہے کہ انعام اور عذاب (زیادہ تر) رُوحانی چیزیں ہیں، تمثیل اور استعارہ کے طور پر ہی ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

دُوسری طرف جنّت اور جنّت کے کوائف اور حالات، انعامات اور عیش سامانی کے سارے متعلقات کی اس کیفیت سے تشریح کی جاتی ہے کہ گویا یہ نعمتیں ہمارے باغ کی مولیاں ہیں کہ ان کے طول و عرض، حجم و رنگ، ذائقہ و مزہ، فعل اور خاصیت سے متعلق کوئی بات ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ البتہ بیان کرتے وقت اس شرط کے پابند ہوتے ہیں کہ جنّت میں دُنیا جیسی نعمتیں بھی نکل آئیں تو بہتر۔ اور بہشت کی افضلیت ثابت کرنے کے لیے ایسے عجائب و غرائب بھی ان کے ساتھ لگا دیئے جائیں جن کا دُنیا میں وُجود تک نہیں ہے اور شاید ہو ہی نہیں سکتا۔

جنّت کے نعائم کے متعلق مختصراً قرآن کریم نے اس طرح تصریح کی ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۱، رکوع ۲)

"اے پیغمبر! جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل بھی کیے اُن کو بشارت سُنا دو کہ ان کے لیے بہشت کے باغ ہیں، جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب ان کو ان میں کا کوئی میوہ کھانے کو دیا جائے گا، تو کہیں گے یہ تو ہم کو پہلے بھی (کھانے کے لیے) مل چکا ہے اور (یہ اس لیے کہیں گے کہ) ان کو ایک ہی صُورت و شکل کے میوے ملا کریں گے، اور وہاں ان کے لیے بیویاں ہوں گی، پاک و صاف اور وہ ان (باغوں) میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

غزالی، ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہؒ جنّت کے ان مادی لذائذ کے قائل نہیں ہیں۔ ان کی حقیقت یہ ہے کہ صرف اعلیٰ درجہ کی راحت کا بقدر فہم انسانی احساس اور خیال

پیدا کرنا مقصود ہے ، ان چیزوں کا واقعۃً مادی حیثیت سے بہشت میں موجود ہونا مقصود نہیں ہے ۔

تاہم روایات کی روشنی میں ، اور ترغیبی انداز بیان میں جنت کی کیفیت کو قریب قریب اس رنگ میں پیش کیا گیا ہے ۔

چنانچہ ایک عالم نے اس روایتی جنت کی تصویر پیش کرتے ہوئے لکھا ہے :

> " یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا ہوئی ہے ، اس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں ، باغ میں سرسبز و شاداب درخت ہیں ، دودھ اور شہد کی ندیاں بہ رہی ہیں ، ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے ، ساقی اور ساقنیں نہایت خوبصورت ، چاندی کے کنگن پہنے ہوئے ہیں ، جو ہمارے ہاں کی گھوسنیں پہنتی ہیں ، شراب پلا رہی ہیں ، ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے ، ایک نے ران پر سر دھرا ہے ، ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے ، ایک نے لب جان بخش کا بوسہ لیا ہے ، کوئی کسی کونے میں کچھ کر رہی ہے کوئی کسی کونے میں کچھ ؟ ایسا بیہودہ پن ہے ، جس پر تعجب ہوتا ہے ۔ اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں ۔"
>
> (تفسیر القرآن ۔ سر سید احمد ۔ طبع لاہور جز اصفحہ ۲۳)

یہ ہے روایتی جنت کی تصویر ! معاذ اللہ !

حور و غلمان

ہمارے یہاں مولانا مودودی صاحب ایک مفکر اور مفسر کی حیثیت سے کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں ۔

مودودی صاحب نے اپنی تفسیر میں حور و غلمان کے سلسلے میں جو عجیب انکشافات

کیے ہیں وہ قابل توجہ ہیں۔ مودودی صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ "حور وغلمان کفار کی اولاد میں سے ہیں اور اہل جنت کی خدمت کے لیے مقرر کیے جائیں گے۔

مودودی صاحب نے اپنے قیاسات پر مبنی "حور وغلمان" کی اس تشریح میں جو طرز استدلال اختیار کیا تھا وہ کسی علمی گفتگو کا متحمل نہیں ہوسکتا، نہ اس پر قرآن اور حدیث کے حوالے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں مولانا کوثر نیازی نے چند سوالات کیے تھے اور حسب دستور سابق مولانا مودودی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لہٰذا حور وغلمان کے متعلق مولانا کوثر نیازی کے ان سوالات کو پیش کرتے ہیں [illegible] مطالعہ سے معلوم ہوجاتا ہے کہ مودودی صاحب کے خیال میں حور وغلمان کی کیا حیثیت ہے۔

سوالات

مولانا کوثر نیازی نے مودودی صاحب سے خطاب کرتے ہوئے پوچھا ہے :۔

۱۔ آپ نے فرمایا ہے کہ حوریں کفار کی لڑکیاں ہوں گی اور جنت میں جتنی مومنین کے لیے جنات سے حوریں ہوں گی [illegible] کیا چودہ سو سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، ائمۂ عظام اور مفسرین و محدثین میں سے کسی نے بھی یہ تفسیر کی ہے؟ کیا آپ اپنی تفسیر کی تائید میں کوئی حوالہ پیش کرسکتے ہیں؟

۲۔ آپ نے فرمایا ہے کہ میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن میرا قیاس ہے کہ ایسا ہوگا آپ کے اس قیاس کی روشنی میں یہ سوال نامناسب نہ ہوگا کہ کیا رائے اور قیاس سے قرآن کی تفسیر جائز ہے؟ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں پڑھا کہ "جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔"

۳۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حدیث قدسی ہے جسے حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کیا کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی ان کا خطرہ یا خیال

ہی گزرا ہے ۔ کیا مولانا کی تشریح کے بعد حور و غلمان اس تعریف پر پورے اُتر سکتے ہیں ؟

قرآن کریم میں ہے کہ انسان اوّل ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا کو جنّت میں رکھا گیا تھا ۔ کیا اس وقت جنت ویران اور سنسان تھی ؟ ان دو ہستیوں کے علاوہ وہاں کوئی نہ تھا ؟ کیا حور و غلمان بھی نہ تھے ، جو جنّت کی خاص نعمتیں ہیں ؟ اگر حور و غلمان موجود تھے تو یہ کن کفار کی نسل میں سے تھے ؟

۴۔ روایات میں ہے کہ شبِ معراج حضور سرورِ عالم نے جنت کا بھی معاینہ فرمایا ، حور و غلمان نے خیر مقدم کیا ۔ یہ حور و غلمان کون سے کافروں کی اولاد تھے ؟

۵۔ اہلِ ایمان ، جنت اور جنت کی نعمتوں کے طالب ہیں ۔ ہر مسلمان کا منتہائے مقصد یہ ہے کہ خدا کی رضا حاصل ہو اور اس کے نتیجے میں جنت کی نعمتیں حاصل ہوں گویا جنت کی نعمتیں یعنی حور و غلمان مطلوب ہیں اور ہم طالب ، بالفاظ دیگر کفار کی اولاد مطلوب ہے اور مومنین طالب ! کیا مودودی بتا سکیں گے کہ طالب افضل ہوتا ہے یا مطلوب ؟

۶۔ حور و غلمان کفار کی نسل ہی سے ہوں گے ، تو دوسرے لفظوں میں کفار جنت کے آباد کار ٹھہرے ۔ کیا جنت کے ان آباد کاروں کو دوزخ میں بھجوانا قرینِ انصاف ہوگا ؟

۷۔ ہر مومن کو بیشمار حوریں ملیں گی ، اس لحاظ سے تو کفار کو ہمیشہ اہلِ ایمان سے تعداد میں بہت ہی زیادہ ہونا چاہیے ۔ نیز کفار کی نسل میں جوانی میں فوت ہونے والی لڑکیوں کی تعداد بھی مسلمان مردوں سے کئی گنا ہونی چاہیے تاکہ جنت میں ہر مومن کو بیشمار حوریں مل سکیں ۔ مولانا موصوف اس حساب کتاب کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں ؟

۸۔ اگر حور و غلمان بننا کوئی اچھی بات ہے تو مسلمان لڑکیوں اور لڑکوں نے کیا قصور کیا ہے کہ انھیں حور و غلمان نہ بنایا جائے ؟ معلوم ہوتا ہے ، مولانا جنت اور حور و غلمان کو